مولانا عبدالعزیز پرہاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا احسان الحق

......حیات وخدمات ...... (پہلی قسط)

نام ونسب

حضرت علامہ اپنی تصنیف ''الزمرد'' کے ص:۳ پر اپنے نام اور نسب کے متعلق لکھتے ہیں:

''ابوعبدالرحمٰن عبدالعزیز بن ابی حفص احمد بن حامد القرشی۔''(۱)

موصوف کے والد محترم متقی، صوفی اور بعض علوم شریعہ کے عالم تھے، علم ریاضی میں انہیں خاص درک تھا۔(۲)

موصوف کا تعلق قبیلہ قریش سے تھا، کہا جاتا ہے کہ یہ خاندان ''کابل'' سے ''پنجاب'' آیا تھا، لیکن ان کے نزول کی حتمی تاریخ معلوم نہیں ہوسکی۔(۳)

تاریخِ ولادت، جائے ولادت

حضرت علامہ مرحوم کے سن پیدائش اور جائے پیدائش میں مؤرخین کا کافی اختلاف ہے، بعض نے سن پیدائش ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء، بعض نے ۱۲۰۷ھ اور بعض نے ۱۲۰۹ھ کہا ہے، اسی طرح جائے ولادت میں بعض نے ''احمد پور شرقیہ''، بعض نے علاقہ ''غزنہ'' (مضافاتِ افغانستان) اور بعض نے ''پرھاڑ'' نامی بستی کہا ہے، اور تیسرا قول راجح ہے۔(۴)

بستی ''پرھاڑ'' کا محل وقوع اور آب وہوا

موصوف اپنی کتاب ''الزمرد'' میں لکھتے ہیں:

''بیرھیار'' - جعلها الله دار القرار- وهو موضع عذب الماء، طيب الهواء، بقرب الساحل الشرقي لنهر السند من مضافات قلعة أدّو على نحو أربعة وعشرين ميلا من دا ر الأمان ملتان إلى المغرب مائلا إلى الشمال۔''(۵)

ترجمہ: ’’بستی پرھاڑ میٹھے پانی اور خوشگوار ہوا کی حامل بستی ہے، جو کوٹ اڈّو کے مضافات میں دریائے سندھ کے مشرقی ساحل کے قریب ملتان سے ۲۴ میل دور شمال مغربی جانب واقع ہے۔‘‘

ابتدائی تعلیم اور اساتذہ

موصوف کے بچپن کے تفصیلی حالات معلوم نہ ہو سکے، جس کے تین اسباب کی طرف ڈاکٹر ظہور احمد اظہر (پروفیسر بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان) نے اشارہ کیا ہے۔

۱: ...... علامہ ایسے پسماندہ علاقہ میں رہائش پذیر تھے، جہاں نہ اہل علم کو اور نہ ان کی سوانح کو اہمیت دی جاتی تھی۔

۲: ...... ان کا نہایت کم عمری میں انتقال ہو گیا تھا۔

۳: ...... موصوف کی بود و باش جس علاقے میں تھی، وہاں چاروں طرف ان کے حاسدین تھے، جو ہر وقت ان کی تحقیر و تذلیل میں لگے رہتے، اور یہی ان کی تالیفات کے ضیاع کا سبب بنا۔(۶)

ڈاکٹر ظہور صاحب کی یہ باتیں ہمیں چند وجوہات کی بنا پر ناقابل قبول ہیں:

۱: ...... مرحوم کا زمانہ علم دوست زمانہ تھا، جس میں وقت کا ولی عہد شاہ نواز اُن سے کتب لکھنے کی فرمائش کرتا ہے، اور بہت سی سوانح عمریاں اس دور کی یادگار ہیں، جب کہ ڈاکٹر صاحب کے قول کے مطابق علماء اور ان کی سوانح سے عدم اعتناء کا زمانہ تھا۔

۲: ...... دوسری بات جو ڈاکٹر صاحب نے کم عمری کی لکھی، یہ امر بھی راقم کو ہضم نہیں، اس لیے کہ تاریخ ایسے حضرات سے بھری پڑی ہے کہ ان حضرات کا نہایت کم عمری میں انتقال ہوا اور ان کی سوانح عمریاں آج ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔

۳: ...... اور تیسرا سبب تو انسان کی شہرت کا ذریعہ ہے، نہ کہ اُسے پردۂ خفاء میں بھیجنے کا، خصوصاً جب محسود سلسلۂ چشتیہ کا پیر طریقت اور عارف باللہ بھی ہو، اور محاورہ ہے: ’’تعرف الأشياء بأضدادها۔‘‘

راقم کے خیال میں علامہ مرحوم کی سوانح کی عدم دستیابی مرحوم کی وہ للّٰہیت اور تقویٰ تھا، جس کی وجہ سے وہ شہرت اور ناموری سے کوسوں دور بھاگتے تھے، اور ان کے علم کے ضیاع کا سبب یہ ہوا کہ اُنہیں ایسے شاگرد نصیب نہیں ہوئے، جو ان کے علوم کو آگے پھیلا سکیں، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے متعلق خود حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (جو ایک کثیر الروایۃ صحابی ہیں) سے منقول ہے کہ ان کے پاس مجھ سے زیادہ حدیثیں تھیں، مگر ان کی کثرتِ عبادت اور ذی استعداد طلبہ کی عدم دستیابی کی وجہ سے ان کی صرف (۷۰۰) احادیث منقول ہیں، جبکہ حضرت ابو ہریرہؓ کی مرویات (۵۳۷۴) ہیں، اور لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فقیہ تھے، مگر اُنہیں شاگرد ایسے میسر نہ ہوئے، جو ان کے علم کو مدوّن کر سکیں۔(۷)

اور اسی طرح ہمارے استادِ محترم حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحلیم چشتی صاحب -أطال اللّٰہ بقائهٗ ومتعنا اللّٰہ بعلومه، آمین- نے اپنے مقالے (بنام مولانا انور شاہؒ) میں علامہ ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ (۸۶۱ھ) کا ایک قول نقل کیا ہے، جو انہوں نے علامۃ الدہر شیخ محمد بن محمد الشدالی (۷۶۷ھ) کے متعلق کہا تھا: ''هذا الرجل لاینتفع بکلامه ولا ینبغي أن یحضر درسهٗ إلا حذّاق العلماء۔''(۸)

یہی قول یہاں بھی صادق آتا ہے، کیونکہ خود مصنّف اور مصنَّف اس بات کی گواہی دیتے ہیں، مصنِّف تو اپنی مصنَّف کے بارے میں لکھتے ہیں: ''فإن لنا مؤلفات کثیرۃ فیما ذکرنا، ولکن لم نجد من یفهمها فضلا عن من یستحسنها''۔(۹)

اور یہی وجہ ہے کہ مرحوم پر پی، ایچ، ڈی، کرنے والے حضرات میں سے کسی نے بھی ان کے شاگردوں کی فہرست تو در کنار ایک شاگرد کا نام بھی نہیں گنوایا۔

اساتذہ

موصوف کے صرف تین اساتذہ کا علم ہو سکا ہے:

۱:......موصوف کے والد حافظ احمد صاحب۔(۱۰)

۲:......حافظ جمال اللہ ملتانی (المتوفی: ۱۲۲۶ھ/ ۱۸۱۱ء)۔(۱۱)

۳:......حضرت محبوب اللہ خواجہ خدا بخش ملتانی چشتی (۱۲۵۱ھ)۔(۱۲)

اول الذکر سے صرف قرآن مجید حفظ کیا، اور بعض ابتدائی کتب اور علم الحساب حاصل کیا۔(۱۳)

اس کے بعد تقریباً دس سال کی عمر میں اپنی بستی سے رختِ سفر باندھا اور حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۲۰۵ھ/ ۱۷۳۰ء) کے خلیفہ حضرت حافظ جمال اللہ ملتانی چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ کر بقیہ علوم وفنون اُن سے حاصل کیے۔(۱۴) اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ: موصوف کے علم کا یہ شرف اُنہیں اول تا آخر حضرت خواجہ خدا بخشؒ کی شاگردی میں نصیب ہوا۔(۱۵)

موصوف اور ملاقاتِ حضرت خضر علیہ السلام

بعض حضرات نے حضرت مرحوم کی تمام علوم وفنون پر دسترس کو دیکھ کر کہا کہ: ان کی حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ مرحوم نے ان سے اپنی غباوت کا اظہار کیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے ان کے لیے دعا کی۔ یہ اسی دعا کا نتیجہ وثمرہ تھا کہ انہیں (۲۷۰) علوم میں کمال حاصل تھا، جس کی تصریح خود انہوں نے بھی کی ہے۔(۱۶)

مگر اس واقعہ کا انکار علامہؒ اپنی زندگی میں ہی کر چکے تھے، چنانچہ ایک واقعہ لکھا ہے:

''ایک موقع پر حضرت پرہاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ہم مکتب نے ان سے سلطان المشائخ خواجہ خدا بخشؒ کی موجودگی میں پوچھا: ''تمہیں خضر علیہ السلام مل گئے ہیں کہ دنیا کا کوئی علم ایسا نہیں، جس میں آپ کو مہارت

حاصل نہ ہو؟۔'' مولانا پرہاڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ''ان کی موجودگی میں مجھے کسی خضرؑ کی ضرورت نہیں۔''(۱۷)

اور تاریخ میں یہ بات ثبت ہے کہ حضرت خواجہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ۲ رصفر ۱۲۵۱ھ کو ہوا ہے، اور تقریباً ۱۲ رسال پیشتر صاحب ترجمہ اس دارِ فانی کو داغِ مفارقت دے گئے تھے، یعنی جب تک حضرت پرہاڑوی رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے، انہیں حضرت خضر علیہ السلام کی ضرورت نہیں پڑی۔

اسی طرح یہ بھی لکھا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی غباوت کی شکایت اپنے استاذ و شیخ حافظ جمال اللہ چشتی سے کی، ان کی دعا کی برکت سے علم وحکمت کے دروازے آپ پر کھل گئے۔ غالباً اسی واقعہ کی طرف انہوں نے اپنے ان اشعار میں اشارہ کیا ہے:

علم ایشاں نظری و کسبی بود   علم ما اشراقی و وھبی بود
من کیم امداد فضل ایزد است   بعد ازاں فیض نبی و مرشد است (۱۸)

حضرت علامہؒ اور ذوق سخن

حضرت علامہؒ کی کتب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عربی اور فارسی کے قادر الکلام شاعر تھے، ان کی اکثر کتب کے شروع اور آخر میں ان کا کلام مذکور ہے، جن کا ذکر ان کی تصانیف کے تذکرہ میں آئے گا۔ باقی اس صنف میں مستقل ان کی کسی تصنیف کا ہمیں علم نہیں، البتہ کتاب ''معدل الصلاۃ'' میں ان کے ۲۲ راشعار درج ہیں، جس میں وہ علمائے ہند پر کافی برہم دکھائی دیتے ہیں، لکھتے ہیں:

أیا علماء الهند طال بقاء کم   وزال بفضل الله عنکم بلاء کم
رجوتم بعلم العقل فوز سعادة   وأخشی علیکم أن یخیب رجاء کم
فلا فی تصانیف الأثیر هدایة   ولافی إشارات ابن سینا شفاء کم
ولا طلعت شمس الهدی من مطالع   فأوراقها دیجورکم لاضیاء کم
وما کان شرح الصدر للصدر شارحا   بل ازداد منه فی الصدور صداء کم
وبازغة لاضوء فیها إذا بدت   وأظلم منها کالليالی ذکاء کم
وسلّمکم مما یفید تسفّلا   ولیس به نحو العلو ارتقاء کم
فما علمکم یوم المعاد بنافع   فیا ویلتی ماذا یکون جزاء کم
أخذتم علوم الکفر شرعا کأنما   فلاسفة الیونان هم أنبیاء کم
مرضتم فزدتم علة فوق علة   تداووا بعلم الشرع فهو دواء کم
صحاح الحدیث المصطفی وحسانه   شفاء عجیب فلیزل منه داء کم (۱۹)

فارسی نمونۂ کلام

روزے کہ نظر در ساعت طامع گردد   روزے کہ موافق ہمہ واقع گردد

باسعد نکو کن وبا نحس بدی تا عملہائے تو نافع گردد (۲۰)

اس کے علاوہ موصوف نے ایک کتاب ''الإیمان الکامل'' عقائد پر فارسی نظم میں لکھی ہے۔(۲۱)

علامہ پرہاڑوی رحمۃ اللہ علیہ علماء ومحققین کی نظر میں

۱:- نبراس کے محشّی مولانا محمد برخوردار صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''هذه تعليقات على مواضع متفرقة من كتاب النبراس للحافظ العلامة والحبر الفهامة حامل لواء الشريعة محقق المسائل الاعتقادية صاحب تصانيف الجلية كالياقوت...... مولانا عبد العزيز الفرهارويؒ كان محدثا، مفسرا، جامعا للمعقول والمنقول، ماهرا للفروع والأصول۔''(۲۲)

۲- علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء) لکھتے ہیں:

''الشيخ العالم المحدث عبد العزيز بن أحمد بن الحامد القرشي الفريهاري الملتاني أبوعبد الرحمٰن كان من كبار العلماء، لهٗ مصنفات كثيرة في المعقول والمنقول''۔(۲۳)

۳:- امام المحدثین، نجم المفسرین، زبدۃ المحققین، مولانا محمد موسیٰ روحانی البازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی:۱۴۱۹ھ/ ۱۹۹۹ء) لکھتے ہیں:

''هو العلامة الكبير بل ذو الشان العظيم، نادرة الزمان، سلطان القلم والبيان، كان آية من آيات الله بلا فرية ونادرة من نوادر الدهر بلامرية.

هيهات لايأتي الزمان بمثله
إن الزمان بمثله لبخيل

داهية من الدواهي، وباقعة من البواقع، كم من عوارف هو ابن بجدتها، وكم من فنون هو أبو عذرتها، وإن أقسم أحد أن أرض إقليم فنجاب من باكستان لم يولد فيها مثلهٗ منذ خلق اللّٰه هذه الأرض ودساها لكان بارا حسب ما نعلم من التاريخ''۔(۲۴)

۴:- شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی:۱۴۱۷ھ/ ۱۹۹۷ء) لکھتے ہیں:

''العلامة النابغة الشيخ عبد العزيز الفرهاروي الهنديؒ ذو التآليف المحققة''۔(۲۵)

تصانیف

مولانا محمد موسیٰ روحانی بازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: انہوں نے ہر علم وفن میں تصنیف کی۔ لکھتے ہیں: ''صنّف كتبا في كل فن ما يحير الألباب۔''(۲۶)

اور موصوف خود لکھتے ہیں: ''فإن لنا مؤلفات کثیرۃ۔''(۲۷)

حضرت علامہؒ علوم ظاہری و باطنی میں یگانہ روزگار تھے، علماء وفقراء سے بے حد الفت کرتے، مطالعہ میں بڑا انہماک تھا، رشد وتدریس کے سلسلے کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا ذوق کامل بھی رکھتے تھے۔ (۲۸)

کم قسمتی سے آپ کی اکثر کتب حوادثاتِ زمانہ کی نذر ہوگئیں، ان کی چند تصانیف مطبوعہ ہیں، اور ان کی طرف منسوب بعض کتب کے ناموں کی بازگشت چلی آرہی ہے، چند مطبوعہ تصانیف کا تعارف حسب ذیل ہے:

۱:...... السلسبیل

کتاب کے سرورق پر اس کا پورا نام ''السلسبیل فی تفسیر التنزیل'' لکھا ہے، یہ کل اُنتیس (۲۹) پاروں کی تفسیر ہے، جسے کاتب عبدالتواب نے ۶/ذوالقعدہ بروز جمعرات ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء میں لکھا۔

کتاب کی ابتدا ان الفاظ سے ہوتی ہے: ''باسمک مصلیاً ومسلماً وآلہٖ وأصحابہؓ۔''

اور آخر اس طرح ہے: ''وھذا قیل: (فی الدنیا)، ارکعوا (صلوا) بعدہٗ (بعد القرآن)۔''

اس کے بعد کاتب مرحوم لکھتے ہیں:

''إلیٰ ھنا وجد التفسیر، ولعلہٗ لم یتیسر للمصنف إتمامہٗ لدرک الموت أو لغیرہٖ، واللّٰہ أعلم۔''

اس کتاب کی ڈاکٹر شفقت اللہ خان نے تحقیق کرکے جامعہ پنجاب، لاہور سے پی، ایچ، ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔

۲:......الصمصام

کتاب کے سرورق پر اس کا پورا نام ''الصمصام فی أصول تفسیر القرآن'' درج ہے، جبکہ علامہ عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح کے مطابق یہ تاویل کی مذمت پر ہے۔(۲۹)

اس کی کتابت عظمت اللہ صاحب نے بروز ہفتہ ۱۸/رجب/ ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۷ء کو مکمل کی، درمیان میں یہ رسالہ ناقص ہے۔ یہ رسالہ موصوف کی کتاب ''نعم الوجیز'' کے حاشیہ پر مکتبہ سلفیہ محلّہ قدیر آباد ملتان سے شائع ہوا تھا، سن طباعت درج نہیں۔

۳:......نعم الوجیز

یہ کتاب بروز جمعہ ۱۷/صفر ۱۲۳۶ھ/۲۲/نومبر ۱۸۲۰ء کو مکمل ہوئی۔

اس کا پورا نام کتاب کے سرورق پر یوں درج ہے: ''نعم الوجیز فی البیان والبدیع''

جبکہ اسی کتاب کے دوسرے صفحہ پر خود مصنف لکھتے ہیں: ’’نعم الوجیز فی إعجاز القرآن العزیز۔‘‘ یہ کتاب مکتبہ سلفیہ محلّہ قدیر آباد ملتان سے شائع ہوئی تھی، سن طباعت درج نہیں۔

اس کتاب کی سن ۱۹۹۲ء میں حبیب اللہ صاحب نے تحقیق کر کے بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان سے ایم اے کی ڈگری حاصل کی، پھر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے اس میں ایک قیمتی مقدمہ کا اضافہ کیا، اور ۱۹۹۴ء میں ’’المجمع العربی الباکستانی‘‘ نے شائع کی۔

مراجع ومصادر

۱:......دیکھئے: الزمرداز مؤلف، طبع: حاجی چراغ الدین سراج الدین تاجران کتب بازار کشمیری لاہور، مطبع رفاہ عام بابونور الحق، سن طباعت: ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۶ء۔

۲:......القلم: جلد: ۵، شمارہ: ۵، صفحہ: ۲۵۵۔ ڈاکٹر محمد شریف سیالوی: ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

۳:......القلم: جلد: ۵، شمارہ: ۵، صفحہ: ۲۵۵۔ ڈاکٹر محمد شریف سیالوی: ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور۔

۴:......القلم: جلد: ۵، شمارہ: ۵، ص: ۲۵۲۔ اور دیکھئے: مکمل اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص: ۱۰۴۰۔

۵:......دیکھئے: الزمرداز مؤلف، ص: ۱۳۵، طبع: حاجی چراغ الدین سراج الدین تاجران کتب بازار کشمیری لاہور، مطبع رفاہِ عام بابونور الحق، سن طباعت: ۱۳۴۵ھ/ ۱۹۲۶ء۔

۶:......القلم: جلد: ۵، شمارہ: ۵، ص: ۲۵۶۔

۷:......تفصیل کے لیے دیکھئے: تہذیب الکمال للمزی: ۱۵/ ۴۴۴، ترجمہ لیث بن سعد: قول امام شافعی، طبع: دار الفکر بیروت، سن طباعت: ۱۴۴۴ھ/ ۱۹۹۴ء۔

۸:......دیکھئے: مولانا ڈاکٹر محمد عبد الحلیم چشتی، مقالہ بنام مولانا انور شاہ صاحب، معارف اعظم گڑھ، ص: ۳۴۱، شمارہ نمبر: ۵، جلد نمبر: ۱۰۰، طبع: اعظم گڑھ۔

۹:......مناظرۃ الجلی فی علوم الجمیع للفرھاروی، ص: ۱۰۹، کوثر النبی کے ساتھ مکتبہ قاسمیہ نزد سول ہسپتال چوک فوارہ ملتان سے (۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۳ء میں) شائع ہوئی۔

۱۰:......بحوالہ مکمل اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص: ۱۰۴۰۔

۱۱:...... بحوالہ مکمل اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص: ۱۰۴۰، اور القلم: ۵، شمارہ: ۵، ص: ۲۵۶۔

۱۲:......بحوالہ سوانح محبوب اللہ حضرت خواجہ خدا بخش، مرتب: مختار احمد پیرزادہ، طبع: اردو اکیڈمی بہاولپور، ص: ۴۶، وص: ۴۸ وص: ۶۸ تا ۶۹۔

۱۳:...... بحوالہ مکمل اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص: ۱۰۴۰، اور القلم: ۵، شمارہ: ۵، ص: ۲۵۶۔

۱۴:......بحوالہ مکمل اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص: ۱۰۴۰، اور القلم: ۵، شمارہ: ۵، ص: ۲۵۶ تا ۲۵۷۔

۱۵:......بحوالہ سوانح محبوب اللہ حضرت خواجہ خدا بخش، مرتب: مختار احمد پیرزادہ، طبع: اردو اکیڈمی بہاولپور، ص: ۴۶۔

۱۶:......مناظرۃ الجلی فی علوم الجمیع للفرھاروی، ص: ۱۰۵، کوثر النبی کے ساتھ مکتبہ قاسمیہ نزد سول ہسپتال چوک فوارہ ملتان سے (۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۳ء میں) شائع ہوئی۔

۱۷:......بحوالہ سوانح محبوب اللہ حضرت خواجہ خدا بخش، مرتب: مختار احمد پیرزادہ، طبع: اردو اکیڈمی بہاولپور، ص: ۴۶۔

۱۸:......القلم: جلد: ۵، شمارہ: ۵، ص: ۲۵۷۔

۱۹:......معدل الصلاۃ از علامہ محمد بن پیر علی المعروف ببرکلی (المتوفی: ۹۸۱ھ)، ص: ۱۶، طبع: مکتبہ سلفیہ قدیر آباد ملتان، سن طباعت: ۱۳۲۸ھ۔

۲۰:......السر المکتوم مما أخفاہ المتقدمون للفرھاروی، حاشیہ صفحہ: ۱۴، طبع: العزیز اکیڈمی، کوٹ ادّو، ضلع مظفر گڑھ، مصنف کی کتاب ’’رسالۃ الأوفاق‘‘ کے ساتھ غالبًا ۱۳۹۷ھ میں شائع ہوئی۔

۲۱:......القلم: جلد: ۵، شمارہ: ۵، ص: ۲۵۷۔

۲۲:......القسطاس: ۲، مطبع خضر مجتبائی، ملتان، سن طباعت: ۱۳۱۸ھ۔

۲۳:......نزهة الخواطر: ۷/۲۸۳، طبع دوم، سن طباعت: ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء مجلس دائرة المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن، ھند۔

۲۴:...... حاشية الطريق العادل إلى بغية الكامل على بغية الكامل السامي شرح المحصول والحاصل للجامي للروحاني البازی ص: ۲۲۷، الطبعة السابعة، سن طباعت: ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء، ادارة التصنيف والادب، لاہور، پاکستان۔

۲۵:......تعليقات الرفع والتكميل از شیخ عبدالفتاح ابوغدہ، ص: ۲۸۹، قدیمی کتب خانہ کراچی۔

۲۶:...... حاشية الطريق العادل إلى بغية الكامل على بغية الكامل السامي شرح المحصول والحاصل للجامي للروحاني البازی، ص: ۲۲۷، الطبعة السابعة، سن طباعت: ۱۴۲۷ھ/ ۲۰۰۶ء، ادارة التصنيف والادب، لاہور، پاکستان۔

۲۷:......مناظرة الجلي في علوم الجميع للفرھاروی، ص: ۱۰۹، کوثر النبی کے ساتھ مکتبہ قاسمیہ نزد سول ہسپتال چوک فوارہ ملتان سے (۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۳ء میں) شائع ہوئی۔

۲۸:......بحوالہ مکمل اسلامی انسائیکلو پیڈیا، ص: ۱۰۴۰۔

۲۹:......نزهة الخواطر: ۷/۲۸۳، طبع دوم، سن طباعت: ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء، مجلس دائرة المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن، ھند۔

(جاری ہے)